بحث ونظر

صحابیات اور علم کی تحصیل واشاعت

ڈاکٹر زاہدہ شبنم

کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کو گھر کی چہار دیواری میں قید کر دیا ہے اور اسے باہر نکل کر علم حاصل کرنے اور اپنے علم سے دوسروں کو فیض پہنچانے کی اجازت نہیں ہے، اس بنا پر سماج کو اس کی علمی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں مل پاتا۔ یہ اسلام پر بڑا بے جا الزام ہے۔ مولانا سید جلال الدین عمری کی مشہور تصنیف 'عورت اسلامی معاشرہ میں' اس الزام کا پرزور رد کرتی ہے۔ اس میں مصنف نے قرآن وسنت کے محکم دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اسلام نے عورت کی تعلیم وتربیت سے گہری دل چسپی لی ہے اور سماج کو اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے صحابیات وتابعیات کی علمی خدمات اور سرگرمیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر مضمون سے بھی اس موضوع پر مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ (معاون مدیر)

اسلام نے علم کی جو تحریک برپا کی، اس میں مرد اور عورت، آزاد اور غلام، بڑے اور بچے سب شامل ہوئے اور علمی ذوق اور علمی سرگرمیوں کو ایسا ارتقاء بخشا کہ چشم فلک نے ان سے بڑھ کر علم کے متلاشی نہ دیکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم پرور پیغمبر تھے، آپؐ نے اپنی علم دوستی کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں منتقل کیا اور ان کے لیے علمی ارتقاء کے مواقع فراہم کیے۔ علم اور حصولِ علم کی فضیلت بتائی اور اس پر اتنا زور دیا کہ اس وقت کی مسلم امت نے حصولِ علم اور علمی ارتقاء کو ایک دلچسپ مشغلہ بنا لیا۔ آپؐ نے اہلِ علم کی قدر افزائی فرمائی، جس سے علم کی محبت اور اس کے حصول کی خواہش میں اضافہ ہوا۔ عہد رسالت میں مردوں کی طرح خواتین نے بھی حصول علم کے لئے خوب

محنتیں کیں اور اس کی اشاعت میں بھرپور حصہ لیا۔ آئندہ سطور میں صحابیات رضی اللہ عنہن کی تحصیل علم اور اشاعتِ علم کی جدوجہد کا جائزہ لینا مقصود ہے، ان شاءاللہ۔

حبِّ علم اور ذوقِ علم

عرب کے معاشرے میں جہاں جنگجوئی ہی سب سے بڑی خوبی شمار کی جاتی تھی، آپؐ نے علم کو تمام اوصاف میں سرفہرست رکھا اور اسے مسلمانوں کی گمشدہ میراث قرار دیا۔ چنانچہ صحابہ کرام کے ساتھ صحابیات بھی ہمیشہ علم کی متلاشی اور اسلامی معاشرہ میں علم وعمل کی شمع روشن رکھنے کی متمنی رہتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عہد کی خواتین کو حصولِ علم کے فضائل وترغیبات کے ذریعے بہت زیادہ حسّاس بنا دیا تھا۔ انھوں نے اپنے اس حق کے حصول کے لئے خود بھی کوشش کی، اور بارگاہِ رسالت مآب میں ان کے اس حق کو تسلیم بھی کیا گیا۔صحابیات کے علمی ذوق کا اندازہ درج ذیل دو واقعات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے۔صحابیات اپنی علمی پیاس کا شدید احساس رکھتی تھیں اور منبع علم وہدایت سے دوری کو شدت سے محسوس کرتی تھیں۔حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ ایک موقع پر حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے (جو مہاجرین حبشہ میں شامل تھیں) گفتگو کرتے ہوئے ہجرتِ مدینہ میں اپنی سبقت پر فخر جتایا تو انھوں نے جواب دیا:

> ''ہرگز نہیں، تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ تھے، جو تمہارے بھوکوں کو کھلاتے اور جاہلوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے، جب کہ ہم دور دراز کی سرزمین پر دھکے کھا رہے تھے اور یہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں تھا۔''[۱]

صحابیات مردوں سے الگ اور اجتماعی طور پر حصول علم کا جذبہ رکھتی تھیں اسی لیے انھوں نے معلم اعظم ﷺ سے اس کی درخواست کی۔حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں:

> ''ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے

رسولﷺ! آپؐ کی سب حدیثیں مردوں نے ہی لے لیں۔آپ ایک دن ہمارے لیے خاص کر دیں اور ہمیں بھی وہ باتیں سکھلائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپﷺ کو سکھائی ہیں۔آپؐ نے فرمایا: اچھا فلاں فلاں جگہ اکھٹی ہو جایا کرو۔ چنانچہ وہ اکھٹی ہوئیں اور آپؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور جو باتیں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سکھلائی تھیں وہ ان کو سکھلائیں"۔[۲]

تحصیل علم کے طریقے

صحابیات نے اپنے اس ذوقِ علمی کو جلا بخشنے اور اسے بڑھانے کے لیے وہ تمام طریقے اختیار کیے جو ضروری ہوتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ "حضرت ام سلمہؓ ایک لڑکی سے کنگھی کروا رہی تھیں کہ انھوں نے سنا کہ رسول اللہﷺ مسجد نبوی میں منبر سے خطبہ دے رہے ہیں، آپؐ نے 'ایھا الناس' (لوگو) کہہ کر خطاب کا آغاز کیا حضرت ام سلمہ نے لڑکی سے کہا میرے بال جلدی سے سمیٹ دو، اس نے عرض کیا ابھی تو آپؐ نے **ایھا الناس** ہی ارشاد فرمایا ہے۔ کہنے لگیں: "کیا ہم انسانوں میں سے نہیں ہیں، انھوں نے حجرے میں خطبہ کھڑے ہو کر سنا۔"[۳]

صحابیات تحصیل علم کے لئے معلم کے پاس حاضر ہوتی تھیں۔ انھیں کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو شرم وحیا مانع نہ ہوتی تھی۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی: میں نے اپنی بچی کا نکاح کیا۔ وہ بیمار ہوگئی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے اب اس کا خاوند مجھے تنگ کر رہا ہے۔ کیا میں اس کے سر پر مصنوعی بال لگا دوں؟ آپؐ نے یہ سن کر مصنوعی بال لگانے والی اور لگوانے والی دونوں پر لعنت کی۔[۴]

صحابیات اپنا فارغ وقت مسجد میں یا اہلِ علم کی صحبت میں گزارنا پسند کرتی تھیں۔ حضرت الربیع بنت معوذؓ روایت کرتی ہیں کہ (جس زمانے میں عاشوراء کا روزہ فرض تھا) ہم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے، اور مسجد چلے

جایا کرتے تھے۔ ہم اون کا کھلونا بنا لیتے تھے جو بچے کے رونے پر اُسے تھما دیا جاتا اور وہ افطار تک اسی سے دل بہلاتا تھا۔‘‘ ۵

اسی طرح حضرت عائشہؓ ایک عورت کا قصہ بیان کرتی ہیں کہ وہ بے سہارا لونڈی تھی، اس کے لیے مسجد نبوی میں خیمہ لگا دیا گیا تھا۔ وہ جب بھی فارغ ہوتی میرے پاس آجایا کرتی تھیں اور میرے ساتھ بات چیت کرتی تھی‘‘ ۔۶

صحابیات خالص مذہبی علوم کے علاوہ اپنی دلچسپی اور اہلیت کے مطابق دیگر علوم کا بھی انتخاب کرتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کی اہلیت اور دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ان علوم کے انتخاب کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

حضرت عمرؓ اچھے کاتب تھے۔ کتابت کا شوق ان کی صاحب زادی ام المومنین حضرت حفصہؓ کو بھی تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی دلچسپی اور اہلیت کی بنیاد پر ان کے لیے کتابت کی معلّمہ کا تقرر فرمایا تھا۔ ۷

حضرت سودہؓ اور حضرت زینب بنت جحشؓ طبعاً فیاض تھیں اور بالترتیب طائف کی کھالیں (ادھوڑی) اور دباغت ۸ میں مہارت رکھتی تھیں۔ آپؐ نے ان کے اس مشغلہ کی کبھی نکیر نہ فرمائی، نہ ان کے معمولات کو اس طور پر مرتب کیا کہ ان کے لیے اپنی مہارت کے استعمال کا وقت ہی نہ بچ سکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی حضرت زینب بنت ابی معاویہ بھی اسی طرح کا ایک ہنر جانتی تھیں، آپؐ نے انھیں اس کے ذریعے حاصل کردہ آمدنی کو اپنے شوہر اور بچوں پر خرچ کرنے کو دوہرا صدقہ بتایا۔ ۹

صحابیات میں سے سب سے بڑی عالمہ حضرت عائشہؓ تھیں اور ان کے بعد حضرت ام سلمہؓ۔ آں حضرت ﷺ مختلف مواقع پر ان سے ایسی گفتگو فرماتے تھے، جس سے ان کی ذہانت کو بڑھنے کا موقع ملے اور یہ دونوں بھی آپؐ سے ہر قسم کے سوال کرتی تھیں اور آپؐ خوشی کے ساتھ ان کے جوابات ارشاد فرماتے تھے۔

صحابیات علمی اجتماعات میں شریک ہوتی ہیں، جس کی بنا پر ان کے علمی ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا تھا اور ان کے دلوں میں اشاعت علم کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔

حضرت خولہ بنت قیسؓ جمعہ کی نماز میں شرکت کرتی تھیں اور آں حضرت ﷺ کا خطبہ سنا کرتی تھیں۔ اُن کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس موقع پر خواتین کثیر تعداد میں موجود رہا کرتی تھیں، فرماتی ہیں:

کنت اسمع خطبة رسول الله صلى الله عليه و آلہٖ وسلم يوم الجمعة وأنا في مؤخر النساء۔[۱۰]	جمعہ کے روز میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ اچھی طرح سنا کرتی تھی حالاں کہ میں خواتین میں سب سے آخر میں ہوتی تھی۔

حضرت فاطمہ بنت قیسؓ نے ایک روایت میں اس ہنگامی اجتماع میں شرکت کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے جو جساسہ کے بارے میں معلومات دینے اور حضرت تمیم داری کے احوالِ سفر سنانے کے لئے بلایا گیا تھا۔[۱۱]

> حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمٰن اپنی بہن کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: ''میں نے جمعہ کے روز رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر سورۂ قٓ زبانی یاد کی ہے۔ اس سورہ کو آپ ہر جمعہ منبر پر پڑھا کرتے تھے''۔[۱۲]

حضرت کریمہ بنت الحسحاس المزنیہؓ اس قسم کی ایک مجلس کا تذکرہ اس طرح کرتی ہیں:

''ہم حضرت ام الدرداء کے گھر میں تھے، وہاں ہم سے حضرت ابو ہریرۃؓ نے بیان کیا کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **انا مع عبدی ماذکرنی وتحرکت بی شفتاہ**۔ (میں اپنے بندے کیساتھ ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرے اور اس پر اس کے ہونٹ ہلیں)۔ یہ روایت امام بخاری نے تعلیقاً ذکر کی ہے۔[۱۳] روایت کے الفاظ **نحن فی بیت ام الدرداء** سے سماعِ حدیث کے لیے صحابیات کی مجلس ثابت ہوتی ہے۔

روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابیات ایک دوسرے سے سماعِ علم کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اس پر حضرت

عائشہؓ کی روایت سے استدلال کرتے۔ مروان نے حدیث کی تصدیق کے لئے حضرت عائشہؓ کے پاس آدمی بھیجا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ حدیث میں نے ام سلمہؓ سے سنی ہے۔ حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ عائشہؓ کی مغفرت فرمائے۔ انھوں نے بات سمجھی نہیں۔ کیا میں نے ان سے یہ نہیں کہا تھا؟ کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے''۔[۱۴]

صحابیات کی سماعِ حدیث کی بڑی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے سے روایت کی ہے مثلاً:

- ام المومنین حفصۃ عن الشفاء بنت عبداللہ
- ام المومنین حضرت عائشہ الصدیقۃ عن جذامۃ بنت وہب
- ام مبشرا لانصاریہ عن حفصۃ ام المومنین
- ام کلثوم بنتِ عقبۃ عن بسرۃ بنت صفوان

تحصیل علم کے یہ مختلف طریقے اختیار کر کے صحابیات نے اپنی علمی پیاس بجھائی، علمی ارتقاء حاصل کیا، اشاعتِ علم کے جذبے کو مہمیز دی اور آئندہ نسلوں کے لیے علمی رویوں کو متعارف کروایا۔ درحقیقت عہد رسالت کے بعد کی تاریخ اسلام میں علمی عروج کی ساری داستانیں انہی رویوں کی رہین منت ہیں۔

علمی رویوں کی پہچان

علمی رویوں کی پہچان افزائش علم اور اشاعت علم کے اسباب سے ہوسکتی ہے۔

علمی ارتقاء کے لیے اختلافِ رائے کو برداشت کرنا، علمی مواقع کا متنوع اور کثیر ہونا، اکابر کا اصاغر کی حوصلہ افزائی کرنا، تلامذہ کی ہر طرح سے راہنمائی کرنا اور ان کی تخلیقی، تحقیقی اور تحلیلی اہلیتوں کو تسلیم کر کے ان کو مزید نکھارنے کی مخلصانہ کوششیں کرنا، اہل خانہ کو علمی راہنمائی مہیا کرنا، اہل علم کی قدر ومنزلت اہل ثروت وحکومت سے بڑھ کر کرنا اور اسلاف کی محنتوں، لیاقتوں کا اعتراف کرنا، بنیادی اصولوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ

اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھنا ضروری ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد میں علم کی قدر و منزلت اپنے مابعد تمام ادوار سے بڑھ کر تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عربوں کے مردانہ حاکمیت والے معاشرے میں حضرت شفاءؓ کی حساب دانی میں قابلیت و امتیاز کی بنا پر انہیں بازار کے معاملات کا نگران مقرر کر دیا۔۱۵ اس عہد میں باہم اختلاف رائے کو دشمنی اور تعصب میں نہیں ڈھالا گیا۔ حضرت عائشہؓ کا متعدد صحابۂ کرام سے (مسائل میں) اختلاف رائے ہوا، لیکن محدثہ و فقیہہ کے طور پر ان کا احترام تمام صحابہ کرتے تھے۔ غلطی کو تسلیم کرنے کا بھی عام رواج تھا۔ علمی مواقع کثیر تھے، پانچ وقت تو نماز کی حاضری میں اجتماع ہوتا، علمی مجالس اس کے علاوہ تھیں، اکابر ہمیشہ اصاغر کی حوصلہ افزائی کرتے۔۱۶ دلچسپی اور اہلیت کی بنیاد پر اصاغر اور تلامذہ کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إرجعوا إلى اهليكم فاقيمو افيهم وعلّموهم ۱۷	اپنے اہل وعیال میں لوٹ جاؤ، انہی میں رہو اور انہیں تعلیم دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ اہل خانہ کی تعلیم اسلام کی علمی تحریک کے مقاصد میں نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

اس تفصیل سے درج ذیل رویئے متعارف ہوئے، جو علمی ارتقاء میں مددگار ہوسکتے ہیں۔

۱- علم دوستی جو تمام مفادات پر غالب ہو۔

۲- اقتصادی خوشحالی کی ثانوی حیثیت۔

۳- تحصیل علم کی شدید خواہش۔

۴- اختلافِ رائے کو برداشت کرنا۔

۵- اعلیٰ ظرفی سے علمی مواقع اور سہولیات مہیا کرنا۔

۶- اکابر کا اصاغر اور تلامذہ کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان کے لیے تحصیل علم کے

راستوں کو آسان کرنا۔

۷- تلامذہ کی تخلیقی، تحقیقی اور تجزیاتی صلاحیتوں کا اعتراف کرنا۔

۸- اساتذہ کا بے لوث ہونا۔

۹- علم اور اہل علم کی اہل ثروت سے بڑھ کر قدر کرنا۔

۱۰- اہل خانہ کو تعلیم سے آراستہ کرنا۔

یہ وہ علمی رویئے ہیں جو علمی مشاغل کو زندہ رکھتے اور علمی ارتقاء کو عروج بخشتے ہیں۔

صحابیات کا سب سے بڑا علمی کارنامہ اور احسان یہ ہے کہ انہوں نے اشاعت علم کے لیے ان علمی رویوں کو پروان چڑھایا، جو آئندہ کے سینکڑوں سالوں کی علمی ترقی کی بنیاد بنے۔ ایک کام انھوں نے یہ کیا کہ دیگر خواتین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ یہ کام انھوں نے دو طرح سے کیا۔ ایک جز وقتی: یعنی ملاقات وغیرہ پر، جیسے حضرت میمونہؓ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ اگر اُسے اللہ نے شفا دی تو وہ مسجد اقصیٰ جا کر نفل ادا کرے گی، اس پر حضرت میمونہؓ نے اسے تعلیم دی کہ نذر کو ادنیٰ سے افضل میں بدلا جا سکتا ہے اور اس سے کہا: ''مسجد نبوی میں نماز پڑھو''۔[۱۸]

حضرت عائشہؓ کے پاس حمص کی کچھ عورتیں آئیں تو انھوں نے دریافت کیا:

کیا تم ایسے علاقے کی رہنے والی ہو جہاں کی عورتیں حماموں میں جا کر غسل کرتی ہیں؟

خواتین نے جواب دیا: ہاں، تب حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو عورت اپنے کپڑے غیر پوشیدہ جگہ میں اتارتی ہے، وہ اللہ کی سخت ناراضی کی مستحق ہوتی ہے۔''[۱۹]

اسی طرح انھوں نے کل وقتی تعلیم بھی دی۔ اسے مکمل تعلیم و تربیت بھی کہہ سکتے ہیں، صحابیات نے قابلیت، اہلیت اور دلچسپی کی بنیاد پر بعض خواتین کو تعلیم و تربیت کے لئے منتخب کیا اور انہیں حدیث نبوی کا ذخیرہ منتقل کیا اور فقہ و بصیرت کی تربیت بھی دی۔

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن الانصاریہؒ مدینہ منورہ کی مشہور ترین عالمہ تابعہ ہیں۔

ان کی تربیت حضرت عائشہؓ نے خصوصی طور پر فرمائی، حضرت عائشہؓ کی احادیث اور فقہی آراء کا سب سے زیادہ علم انہی کے پاس تھا۔[۲۰] محمد بن عبدالرحمٰن کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت عمرہ کے پاس محفوظ اس علمی امانت کے بارے میں لکھا تھا۔

مابقی أحد أعلم بحدیث عائشة من عمرة[۲۱]	اب کوئی ایسا نہیں رہ گیا جس کے پاس حدیث عائشہ کا علم عمرۃ سے زیادہ ہو۔

صحابیات نے دوسرا اہم کام یہ کیا کہ خاندان کے مردوں اور عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ اس طرح انھوں نے اپنے علم کو امانت سمجھ کر اگلی نسل کو منتقل کیا، یہ ایک ایسا زبردست انقلاب تھا جس کی وجہ سے کئی صدیوں تک اسلامی تاریخ کو علم کی تاریخ کے طور پر مرتب کیا جاتا رہا۔ صحابیات کے رشتہ دار تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے، یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ام سلمہؓ سے روایت کرنے والے مرد رشتہ داروں میں ان کے صاحبزادے عمر بن ابی سلمہ، بھائی عامر بن ابی امیہ، بھتیجے مصعب بن عبداللہ بن ابی امیہ اور خواتین میں صاحب زادی حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ مشہور ہوئیں۔[۲۲]

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت کرنے والے رشتہ دار مرد تلامذہ میں صاحب زادگان عبداللہ بن الزبیر اور عروہ بن الزبیر، پوتے عبداللہ بن عروہ بن الزبیر اور عباد بن عبداللہ بن الزبیر اور رشتہ دار خواتین میں پوتی فاطمہ بنت المنذر کے نام کتب اسماء الرجال میں ملتے ہیں۔[۲۳]

اسی طرح صحابیات نے آزاد کردہ غلاموں (موالی) اور آزاد کردہ باندیوں (موالات) کو بھی علم منتقل کیا۔ حضرت ام سلمہؓ کی مولاۃ 'خیرہ' بہت ذہین تھیں، علم حدیث میں گہری دلچسپی رکھتی تھیں، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ نے اُن کی بہترین تربیت کی اور انہیں علم حدیث منتقل کیا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ امت مسلمہ کو تابعین کے دور میں عظیم فقیہہ میسر ہوسکا، یعنی انہوں نے اپنے صاحب زادے حسن بصری کی تربیت کی اور انھیں حضرت ام سلمہؓ کا علم منتقل کیا، اسی طرح دوسرے صاحب زادے حضرت سعید بصری بھی اپنی والدہ

'خیرہ' کے تلامذہ میں سے ہیں۔۲۴؎

حضرت میمونہؓ کے مولیٰ حضرت یسار تھے، حضرت میمونہؓ نے اپنا سارا علم انہیں منتقل کیا اور فقہ و بصیرت کی تربیت بھی دی، چنانچہ وہ تابعین کے دور کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوئے، اُن کے چار صاحب زادے تھے۔ عطاء بن یسار، سلیمان بن یسار، مسلم بن یسار اور عبدالملک بن یسار، یہ چاروں بھائی فقہائے اسلام میں سے ہیں۔ ۲۵؎

صحابیات نے ان کے علاوہ عام مردوں کو بھی علم سے نوازا۔ مثلاً: بصری فقہاء و علماء نے غسل میت کا طریقہ عظیم محدثہ صحابیہ حضرت ام عطیہ الانصاریہؓ سے سیکھا۔ ۲۶؎

اپنے وقت کے ائمہ سعید بن مسیّب، عامر الشعبی، عروہ بن الزبیر، قاسم بن محمد وغیرہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ سے علم حدیث لیتے تھے۔ ۲۷؎

حفظ علم اور صحابیات

صحابیات جس دور سے تعلق رکھتی تھیں اس میں حفظ علم کے دو ذرائع تھے۔ ایک ضبط صدر یعنی حافظہ اور دوسرا ضبط کتاب یعنی تحریر۔ ان ذرائع میں سے پہلے ذریعے کو اس دور کا مقبول عام ذریعہ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ ضبط کتاب یعنی تحریر و تالیف کا عام رواج نہ تھا، اگرچہ زمانۂ جاہلیت میں اس کی چند مثالیں ملتی ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا حافظہ ضرب المثل تھا، اور تحریری مسودوں کا سہارا لینا اہل علم عیب خیال کرتے تھے۔ صرف کوئی معاہدہ یا دیگر وہ چیزیں جنہیں وہ محفوظ رکھنا چاہتے تھے وہی لکھی جاتی تھیں، اسلام نے جو علمی تحریک برپا کی اس میں کتابت اور تحریر کو بھی اہمیت دی گئی، چنانچہ صحابۂ کرام قرآنِ مجید کی کتابت کے ساتھ حدیثِ رسول کو بھی ضبط تحریر میں لائے۔ صحیفہ صادقہ وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ لیکن صحابہ کرام کی طرح صحابیات میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ خواتین کی علمی سرگرمیوں کے اعتبار سے اسے 'حدیث کی تدوین وجمع آوری کا صدری دور' کہنا زیادہ مناسب ہے اگرچہ بعد میں خواتین میں بھی اس کا آہستہ آہستہ رواج ہو گیا، تا آنکہ خواتین محدثات نے اپنے مشیخات (کتب

حدیث) تالیف کیے، جن کی باقاعدہ تدریس و سماع ہوتا رہا، لیکن یہ صحابیات کے بعد کے ادوار میں ہوا۔ حدیث کی تدوین و جمع آوری کے صدری دور میں صحابیات میں حفظِ حدیث کی صرف سماعی صورت رواج پذیر تھی اور اس کے دو مصادر تھے۔ اول رسول اللہ ﷺ سے براہِ راست سماع کرنا: اس کے لیے صحابیات فجر و عشاء کی نمازوں میں مساجد جاتیں، اجتماعات میں شرکت کرتیں، خطباتِ جمعہ و عیدین کے لیے گھروں سے نکلتیں، اسفار میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتیں، آپؐ کے گھر استفتاء اور حصول علم کے لیے حاضر ہوتیں اور مردوں سے الگ صرف خواتین کے لیے مخصوص علمی مجلسوں میں ذوق و شوق سے حاضر ہوتیں۔ دوم دیگر صحابہ اصحابیات سے سماع حدیث کرنا: عہدِ رسالت سے معاً متصل خلافتِ راشدہ میں اس کی ایک صورت مسندات کی صورت میں سامنے آئی، صحابیات کی باقاعدہ مسندات کی تعداد صحابہ کی مسندات سے قدرے کم تھی، البتہ اپنے باپوں، بھائیوں، شوہروں اور بیٹوں وغیرہ سے ان کا سماع محدثین نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اُسے اسی طرح اہمیت دی ہے جس طرح صحابہ کے باہم سماع کو دی ہے۔ صحیحین میں ایسی متعدد روایات موجود ہیں، جن میں ایک خاتون نے دوسری خاتون سے سماعت کی ہے۔ مثلاً: عمرہ بنت عبدالرحمٰن عن عائشہ، ہند بنت الحارث عن ام سلمہ، زینب بنت ام سلمہ عن زینب بنت جحش۔

صحابیات کی کثیر تعداد ایسی بھی ہے جس نے اپنے محرم مرد رشتہ داروں سے سماع حدیث کیا، پھر اسے آگے منتقل کیا۔ مثلاً

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا عن عمر رضی اللہ عنہما، ام المؤمنین عائشہ عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما۔

البتہ خلافتِ راشدہ کے اوائل میں صحابیات نے تحریر کی طرف توجہ دی۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ لوگ دور دراز سے ان کو یا ان کی تلامذہ کو خطوط لکھتے، تو وہ ان کا جواب لکھواتیں، مسند احمد میں حضرت عائشہ بنت طلحہؓ (جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی اور خاص شاگرد ہیں) سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں:

كان الناس يأتونها من كل مصر، فكان الشيوخ ينتابوني لمكاني منها وكان الشباب يتأخوني فيهدون إلي ويكتبون إلي من الامصار فاقول لعائشة ياخالة، هذا كتاب فلان و هديته فتقول لي، عائشة، أي بنية فاجيبيه واثيبيه۔ ۲۸

تمام شہروں سے لوگ حضرت عائشہؓ کے پاس آتے، بوڑھے اور بزرگ مجھ سے ملتے۔ حضرت عائشہؓ سے میرے تعلقات کی بنا پر، اورنوجوان مجھ سے مواخات کرتے، لوگ میری طرف تحفے بھیجا کرتے اور خط لکھتے تھے، میں حضرت عائشہؓ سے عرض کرتی کہ یہ فلاں شخص کا خط اورتحفہ آیا ہے، فرماتیں، بیٹی! اسے جوابی خط لکھواور بدلہ میں تم بھی کچھ بھیجو۔

ظاہر ہے حضرت عائشہؓ مکتوبات میں محض حال چال نہ دریافت کرتی ہوں گی بلکہ جس طرح وہ ہر ملنے والے کو نصیحت کرتی تھیں، اسی طرح مکتوبات میں بھی نصیحت کرتی ہوں گی اور ہر نصیحت کی اساس حدیث پر رکھتی ہوں گی۔

درس وتدریس اور وعظ

حفظ علم کے بعد انتقالِ علم کا دوسرا اہم ذریعہ درس وتدریس وعظ وارشاد اور خطابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ خطابت کی خود تربیت دیا کرتے تھے۔ عہد رسالت میں مردوں کے ساتھ خواتین میں بھی دعوت وتبلیغ کا شعبہ سرگرم رہا آپؐ کے خطبات اور وعظ ونصیحت کی مجلسوں میں خواتین اکثر و بیشتر حاضر ہوتیں۔ کبھی آپؐ اپنا نمائندہ خواتین کی تربیت واصلاح کے لیے بھیجتے ۲۹ آپؐ ان کی خطابت ووعظ کی صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی فرماتے، ۳۰ ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ میں فصاحت و بلاغت اور خطابت کی صلاحیت وقابلیت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔ آپؐ نے ایک مرتبہ حضرت زینب بنت جحشؓ کے جواب میں حضرت عائشہؓ کی تقریر نما گفتگو سنی، تو فرمایا: ''آخرابو بکر کی بیٹی ہے''۔ ۳۱ ماہرین فن نے حضرت عائشہؓ کے خطبات (جوانھوں نے جنگ جمل وغیرہ کے دنوں میں دیے) پر تحسین کی ہے۔ ۳۲

اسی طرح حضرت اسماء بنت یزید بن السکنؓ کو کتب سیر میں 'خطيبة النساء'

کے لقب سے یاد کیا گیا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے برسرِ مجمع ان کی خطیبانہ صلاحیت کی تعریف فرمائی تھی۔ حضرت ام الدرداءؓ بھی اچھا وعظ کہہ لیتی تھیں۔ ۳۳

افتاء

صحابیات نے افتاء کی بھی اہم خدمت انجام دی ہے۔ اس سلسلے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کا نام نامی بہت نمایاں ہے۔ وہ موسم حج میں اپنے خیمہ میں ہوتیں اور استفتاء کے لیے آنے والوں کا ہجوم لگا رہتا۔ کبھی زمزم کی چھت کے نیچے تشریف رکھتیں اور لوگوں کا بڑا ہجوم ان سے درپیش سوالات کا حل پوچھ رہا ہوتا۔ گویا حضرت عائشہؓ ایامِ حج میں اطرافِ عالم سے آنے والے مسلمانوں کو علم منتقل کرنے کے لیے عارضی طور پر اپنی مسند، مکہ میں کوہ ثبیر کے دامن میں قائم کر لیتی تھیں۔ ۳۴

مدینہ منورہ میں جو صحابہ کرام درس و افتاء کی ذمہ داریاں نبھاتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ ان میں سے اکثر سے کم سن تھیں، مگر ان کا فتوی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہی تسلیم کیا جاتا تھا۔ نہ صرف عام افراد ان سے رجوع کرتے، بلکہ اکابر صحابہ بھی اشکالاتِ علمیہ انہی سے حل کرواتے۔ حتیٰ کہ عمر فاروقؓ بھی ان سے حدیث کی دریافت کے لیے رجوع کرتے تھے حالانکہ وہ صرف کبار صحابہ کو فتویٰ دینے کی اجازت دیتے تھے۔ مسند احمد میں ہے:

كانت عائشة تفتى فى عهد عمر و عثمان بعده، يرسلان اليها فيسئلانها عن السنن۔ ۳۵

عائشہؓ عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے دور میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور وہ دونوں (عمرؓ و عثمانؓ) بھی ان سے سنن (حدیث) کے بارے میں سوالات کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محض علمی آغوش مہیا کرنے، انتقالِ علم کا بلا واسطہ ذریعہ اختیار کرنے اور علم حدیث کی اشاعت کے لیے یہ حکمتِ عملی اپنا رکھی تھی کہ بچے اور بچیوں کو گود لے لیتی تھیں، یتیم بچوں کی کفالت کرتی تھیں اور اپنی بہنوں، بھانجیوں اور بھتیجیوں کو انہیں اپنے رضاعی بچے بنانے کی ترغیب دیتیں۔ اس اعتبار سے

بعد از بلوغت آپؓ کا ان سے پردہ ساقط رہتا جس کی بنا پر آپؓ ان کی تربیت وتادیب اور تعلیم کی مکمل نگرانی بھی کرتیں اور انہیں علم حدیث بھی منتقل کرتیں۔ آپ نے اپنے حجرہ میں ہی یہ مسند قائم کی تھی، آپ کے رشتہ دار، یہ رضاعی بچے، خواتین اور زیر تربیت طالبات آپ کے سامنے حجرہ میں بیٹھتے، دیگر طالبانِ علم کے لیے مسجد نبوی کے اس حجرے سے متصل گوشے میں مجلس کا انتظام ہوتا، اور خود پردے کی اوٹ میں بیٹھ کر درس دیتیں، اسی مجلس میں لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتیں، اپنے تلامذہ کے خاص اور مشکل موضوعات پر بھی گفتگو کرتیں' کبھی از خود کسی مسئلہ کی وضاحت فرماتیں، اس طرح جو بچے عائشہ صدیقہؓ کے محرم رشتہ میں شامل نہ ہوتے اور رضاعت کے رشتے میں بھی نہ آتے وہ پردے کی اوٹ میں تعلیم لیتے تھے ۳۶۔ حقیقت یہ ہے کہ مسند عائشہؓ کے فارغ التحصیل حدیث وفقہ میں قابل رشک مقام تک پہنچے۔ ان مستقل مسندات کے اعتبار سے مدینہ میں انتقال علم اور اشاعتِ علم کا سولہ فیصد (۱۶٪) سے زائد یعنی چھٹا حصہ صحابیات کا ہے۔

صحابیات کی درس گاہیں

اس دور میں تعلیمی اداروں کے قیام کا رواج نہ تھا، عہد رسالت میں مسجد نبوی میں مردوں کے لیے مستقل درس گاہ 'صفہ' کے نام پر بنائی گئی، لیکن خواتین کے لیے مستقل درس گاہ کا انتظام نہ تھا، خلافتِ راشدہ میں ان کی با قاعدہ اور سب سے بڑی درس گاہ صرف مسند عائشہ صدیقہؓ ہی تھی۔ صحابیات نے ان حالات میں اپنے اپنے گھروں ہی کو ادارہ جاتی شکل دے دی تھی، جہاں نہایت سادہ انداز میں اشاعت علم کا کام ہوتا تھا۔ وہ اس طرح کہ صحابیات نے اپنے اپنے رشتہ داروں کو تعلیم دینی شروع کی، جن میں مرد بھی تھے اور خواتین بھی۔ محدثاتِ صحابیات کے رواۃ وتلامذہ میں سے بے شمار ان کے اپنے محارم ہیں، مدینہ میں بیسیوں ایسے گھر تھے جو بے نام علمی اداروں کا روپ دھار چکے تھے۔ ذیل میں ان میں سے صرف دس گھرانوں کی فہرست دی جا رہی ہے۔ رشتہ داروں میں موالی بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

۱۔ بیتِ عائشہؓ

حضرت عائشہؓ عام افادہ کے ساتھ گھر میں بھی ہمہ وقت تعلیم وتربیت کا اہتمام کرتی تھیں۔ آپ کے رشتہ دار تلامذہ درج ذیل ہیں:

۱۔ قاسم بن محمد (بھتیجا)
۲۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالرحمٰن (بھتیجا)
۳۔ ام کلثوم بنت ابی بکر (بہن)
۴۔ عبداللہ بن الزبیر (بھانجا)
۵۔ قاسم بن الزبیر (بھانجے)
۶۔ عباد بن حبیب بن عبداللہ (بھانجے کا پوتا)
۷۔ عباد بن حمزہ بن عبداللہ (بھانجے کا پوتا)
۸۔ عروہ بن الزبیر (پوتا)
۹۔ حبیب بن عبداللہ (بھانجے کا بیٹا)
۱۰۔ عوف بن الحارث (رضاعی بھائی)
۱۱۔ حفصہ بنت عبدالرحمٰن (بھتیجی)
۱۲۔ اسماء بنت عبدالرحمٰن (بھتیجی)
۱۳۔ عائشہ بنت طلحہ (بھانجی)
۱۴۔ عبداللہ بن ابی عتیق بن محمد بن عبدالرحمٰن (بھائی کا پوتا)
۱۵۔ یحییٰ بن عباد بن حمزہ بن عبداللہ (بھانجے کے پوتے کا بیٹا)
۱۶۔ ابوعمرو ذکوان (مولیٰ)

۲۔ بیتِ ام سلمہؓ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بعد حضرت ام سلمہؓ کا گھر طالبانِ علم کا مرجع تھا۔ وہ صحابیات میں عائشہ صدیقہؓ کے بعد سب سے زیادہ روایت کرنے والی ہیں۔ ان کے رشتہ دار تلامذہ مع موالی کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ زینب بنت ابی سلمہؓ (بیٹی)
۲۔ عمر بن ابی سلمہ (بیٹا)
۳۔ عامر بن ابی امیہ (بھائی)
۴۔ عبداللہ بن زمعہؓ (داماد)
۵۔ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن زمعہ (نواسہ)
۵۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق (بھانجا)
۷۔ مصعب بن عبداللہ بن ابی امیہ (بھتیجا)

۸۔ نبھان (مکاتب)	۹۔ ابن کثیر (مولیٰ)
۱۰۔ سفینہ (مولیٰ)	۱۱۔ عبداللہ بن رافع (مولیٰ)
۱۲۔ ابن سفینہ (مولیٰ)	۱۳۔ ناعم (مولیٰ)
۱۴۔ سلیمان بن یسار (مولیٰ)	۱۵۔ عطاء بن یسار (مولیٰ)
۱۶۔ خیرۃ ام الحسن البصری (مولاۃ)	۱۷۔ نافع (مولیٰ)

۳۔ بیت میمونہؓ

ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث الھلالیہؓ کا گھر بھی ایک بے شکل مکتب کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ اگرچہ آپ کو اشاعت علم کا زیادہ موقع نہ مل سکا اور عہد خلافت فاروقی کی ابتداء میں ہی آپ وفات پا گئیں، پھر بھی آپ سے استفادہ کرنے والوں کی بڑی تعداد ہے۔ آپ کے محارم اور موالی تلامذہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ (بھانجا)	۲۔ عبداللہ بن شداد بن الھادؓ (بھانجا)
۳۔ عبیداللہ (ربیب)	۴۔ عبداللہ بن سلیطؓ (رضاعی بھائی)
۵۔ ابراہیم بن عبداللہ (بھانجے کا پوتا)	۶۔ یزید الاصم (بھانجا)
۷۔ عطاء بن یسار (مولیٰ)	۸۔ سلیمان بن یسار (مولیٰ)
۹۔ عبدالرحمٰن بن السائب (بھائی کا پوتا)	۱۰۔ ندبۃ (مولاۃ)

۴۔ بیتِ اسماء بنت ابی بکرؓ

حضرت اسماءؓ کے گھر میں ان سے علم حدیث حاصل کرنے والے رشتہ دار مرد و خواتین اور موالی کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ عبداللہ بن الزبیرؓ (بیٹا)	۲۔ عروۃ بن الزبیر (بیٹا)
۳۔ عباد بن عبداللہ (پوتا)	۴۔ عبداللہ بن عروہ (پوتا)
۵۔ عباد بن حمزہ بن عبداللہ (پوتے کا بیٹا)	
۶۔ فاطمہ بنت المنذر (پوتی)	۷۔ ابوبکر بن عبداللہ (پوتا)

۸۔ عامر بن عبداللہ (پوتا) ۹۔ محمد بن عباد بن عبداللہ (پوتے کا بیٹا)

۱۰۔ عبداللہ بن کیسان (مولیٰ)

۵۔ بیتِ اسماء بنت عمیسؓ

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے تلامذہ میں سے ان کے رشتہ دار اور موالی یہ ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ (بھانجا) ۲۔ عبداللہ بن جعفر (بیٹا)

۳۔ عبداللہ بن شداد بن الہاد (بھانجا) ۴۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر (پوتا)

۵۔ ام عون بنت محمد بن جعفر (پوتی) ۶۔ فاطمہ بنت علی (سوتیلی بیٹی)

۷۔ عروہ بن الزبیر (سوتیلہ نواسہ)

۶۔ بیتِ ام حبیبہؓ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی مکتب الحدیث بن چکا تھا، اس کے طالبانِ علم میں درج ذیل رشتہ دار شامل ہیں:

۱۔ معاویہؓ (بھائی) ۲۔ عنبسہ بن ابی سفیانؓ (بھائی)

۳۔ عبداللہ بن عتبہ بن ابی سفیان (بھتیجا)

۴۔ ابوسفیان بن سعید بن المغیرہ (بھانجا)

۵۔ حبیبہ بنت عبداللہ بن جحش (بیٹی)

۶۔ سالم بن شوال (مولیٰ) ۷۔ ابوالجراح (مولیٰ)

۷۔ بیت ام الفضلؓ

حضرت ام الفضل بنت الحارث الہلالیہؓ سے علم حدیث لینے والوں میں گھر کے بہت سے افراد شامل تھے، جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ (بیٹا) ۲۔ تمام بن عباس (بیٹا)

۳۔ ہند بنت الحارث (بھانجے کی بیوی)

۴۔ عمیر (مولیٰ) ۵۔ کریب (بیٹے کا مولیٰ)

۸۔ بیت ام ہانیؓ

حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں ان سے علم حدیث میں تلمذ حاصل کرنے والے رشتہ دار مرد وخواتین اور موالی درج ذیل ہیں:

۱۔ جعدہ (بیٹا) ۲۔ ہارون (پوتا)

۳۔ یحییٰ بن جعدہ (پوتا) ۴۔ ابومرّۃ (مولیٰ)

۵۔ ابوصالح (مولیٰ)

۹۔ بیت الشفاء بنت عبداللہؓ

حضرت شفاءؓ معلمۃ النساء کے لقب سے ملقب کی گئی ہیں۔آپ کے رشتہ دار تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ سلیمان بن ابی حثمہ (صاحب زادہ)

۲۔ ابوبکر بن سلیمان (پوتا)

۳۔ عثمان بن سلیمان (پوتا)

۴۔ ابواسحاق (مولیٰ)

۱۰۔ بیتِ صفیہ بنت شیبہؓ

حضرت صفیہؓ کے اس گھریلو ادارۂ حدیث کے رشتہ دار تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ منصور بن عبدالرحمٰن الحجبی (بیٹا)

۲۔ عبدالحمید بن جبیر بن شیبہ (بھتیجا)

۳۔ مسافع بن عبداللہ بن شیبہ (بھانجا)

۴۔ مصعب بن شیبۃ (بھتیجے کا پوتا)

۵۔ محمد بن عمران الحجبی (نواسہ)

یہ فہرست صرف دس گھرانوں کی ہے،اگر کم از کم دو تلامذہ پر مشتمل گھروں کو شمار

کیا جائے تو ان کی تعداد تیس سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ فہرست صرف رشتہ دار مرد وخواتین اور موالی کے ناموں پر مشتمل ہے۔ غیر رشتہ دار مرد اور خواتین تلامذہ کو شامل کیا جائے تو یہ ان نسائی درس گاہوں کے طلبہ کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

اس محدود فہرست سے مدینہ منورہ میں صحابیات کی درس گاہوں اور خواتین کے اشاعتِ علم کے جذبہ اور کردار کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ میں شریعتِ اسلامیہ کے مصادر کی حفاظت اور اشاعت کی ایک تحریک برپا تھی، جس میں مرد اور خواتین دونوں سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے۔

حواشی و مراجع

۱۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر ۴۲۳۰

۲۔ ایضاً، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب تعلیم النبی امتہ من الرجال والنساء، ۷۳۱۰

۳۔ مسند احمد، حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ح: ۲۶۶۰۲، ج: ۶، ص: ۳۳۰

۴۔ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب وصل الشعر، ۵۹۳۵

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب من اکل فی عاشوراء، ۲۶۲۹

۶۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب نوم المرأۃ فی المسجد، ۴۳۹

۷۔ مسند احمد، حدیث حفصہ : ۲۶۵۰۶

۸۔ الإصابۃ، ج: ۸، ص ۱۹۶

۹۔ الاِستیعاب، ج: ۴، ص: ۱۸۵۶

۱۰۔ الطبقات، ج: ۸، ص: ۲۲۹

۱۱۔ مسلم، کتاب الفتن، باب قصۃ الجساسہ، ۷۳۸۶

۱۲۔ مسلم، کتاب الجمعة باب تحفیف الصلاة و الخطبه، ۲۰۱۲

۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿لا تحرک به لسانک﴾

۱۴۔ ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجآء فی الصلوٰۃ بعد العصر، ۱۸۴

۱۵۔ الإصابة، ج:۸،ص:۲۰۲۔

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم(۵۰)، ۱۳۱،ص:۱۴۔

۱۷۔ بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد، ۷۲۴۶

۱۸۔ مسند أحمد، حدیث میمونہ، ۲۶۸۸۴

۱۹۔ تہذیب التہذیب، ج:۶، ص:۵۵۲

۲۰۔ ایضاً ، ص:۵۵۳

۲۱۔ ایضاً، ج:۶،ص:۶۰۷

۲۲۔ تہذیب التہذیب، ج:۶، ص:۵۲۹

۲۳۔ ایضاً ،ص:۵۸۰

۲۴۔ ایضاً، ص:۵۹۲

۲۵۔ ایضاً ، ج:۶، ص:۵۶۲

۲۶۔ ایضاً، ج:۶، ص:۵۵۵

۲۷۔ تہذیب التہذیب، ج:۶،ص:۶۱۰

۲۸۔ مسند احمد، حدیث عائشہ، ج:۶

۲۹۔ مسند احمد، حدیث ام عطیہ الانصاریہ، ۲۷۳۷۶

۳۰۔ أسد الغابة، ج:۶، ص:۱۹

۳۱۔ صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها، باب من اهدی الی صاحبہ، ۲۵۸۱

۳۲۔ جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب من فضل عائشة، ۳۸۸۴

۳۳۔ الاستیعاب، ج:۴،ص:۱۷

۳۴۔ صحیح بخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، ۱۶۱۸

۳۵۔ مسند احمد، مسند عائشہ رضی اللہ عنہا

۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب رضاعة الکبیر، ۳۶۰۴

☆☆☆